۷ بہادر خان کی سرگزشت

اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

- مختلف نثری اصنافِ ادب (کہانی، داستان، افسانہ، ڈراما اور ناول) پڑھ کر ان کے ادبی اسلوب میں امتیاز کر سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نشریات، کہانی، کالے کو سن کر اس کے حسن و قبح کا جائزہ لیتے ہوئے دہرا سکیں
- کسی بھی رسمی و غیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ وغیرہ) کی جزئیات کو سمجھتے ہوئے اس پر تنقید و تبصرہ کر سکیں۔
- منتخب اقتباسات کی تلخیص نویسی کر سکیں۔
- عالمی، ثقافتوں، معاشرتی، معاشی و سماجی رابطوں کے لیے مختلف تحاریر کو پڑھ سکیں اور ان سے معلومات حاصل کر سکیں۔
- ذو معانی الفاظ/جملوں/فقروں کا تحریر و تقریر میں استعمال کر سکیں۔
- سابقوں اور لاحقوں کا تحریر میں استعمال کر سکیں۔

مَزارِعَت	حَرِیص	دُھوم دَھام	مُبادا	خوشوں	خاص
سَرگُزِشت	شَب بَسری	دَھان	مَلفُوف	والہانہ	الفاظ

ہدایاتِ برائے اساتذہ کرام

- طلبہ میں یہ شعور پیدا کریں کہ لوک ادب کیا ہوتا ہے اور لوک داستانیں کیسے زبانی روایات سے سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں تک پہنچتی رہی ہیں۔ طلبہ کو سمجھائیں کہ لوک کہانیوں میں کس طرح لوک ثقافت اور قبائلی سماج کی عکاسی ہوتی ہے۔
- کہانی کو اپنے پورے تاثر کے ساتھ پڑھنے کی تربیت بہم پہنچائیں۔ طلبہ سے ان کی اپنی زبان میں کہانی لکھنے کے لیے کہیں۔

پڑھیں

پڑھنے سے پہلے پوچھیں

اپنے والدین یا دادا، دادی، نانا نانی سے سنی ہوئی کوئی کہانی سنائیں۔

بہادر خان ایک کھاتا پیتا کسان تھا۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں بھی وہ کاریز کے پانی کی مدد سے اپنے کھیتوں میں اتنی سیرابی کر لیتا تھا کہ نہ صرف اپنے لیے سال بھر کے غلّے کا خرچ پورا کر لیتا بلکہ اپنے ہمسایوں اور غریب غربا کی مدد بھی کر دیتا۔ جب کاریزوں میں پانی تھوڑا ہوتا تو بھی اس کو کسی دوسرے زمین دار کی مزارعت نہ کرنا پڑتی تھی، اس کی اس معاشی آزادی کی وجہ سے اس میں کافی خودداری تھی اور اس کی بانٹ چونٹ کر کھانے کی عادت نے ارد گرد میں اسے کافی نیک نامی دے رکھی تھی۔ لہٰذا اس کی شادی نہایت آسانی اور دھوم دھام سے ہوئی۔ شادی سے پہلے وہ اپنے کھیتوں اور فصلوں کی پرورش میں بے حد پیش پیش اور محنت کرتا تھا۔ گندم کے خوشوں کے لیے وہ ایک حریص باپ سے کم نہ تھا، ان کے لیے دعا مانگتا تھا اور انھیں جانتا تھا، اور جب سبز خوشے اناج سے بھر کر سنہرے ہو جاتے تھے اور اپنے سر جھکا لیتے تھے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہتی تھی۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا، اناج سے بھرے ان خوشوں کو اپنے وجود کا احساس ہے۔ یہ اپنے مالک کو

جانتے اور پہچانتے ہیں۔ ان میں زندگی کی مسرتیں اور قہقہے ملفوف ہیں اور جوان سے پیار کرتا ہے یہ اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور ایک ایک کی جگہ دو دو پھوٹتے ہیں۔

شادی کے بعد اس کے معمول میں تھوڑا سا فرق آنا لازمی تھا، شادی سے پہلے وہ پسند نہ کرتا تھا کہ کوئی اور اس کے کھیتوں کے ان خوشوں کو چھو بھی لے۔ ان کے لیے اس کی محبت خود غرض، والہانہ اور حاسدانہ تھی۔ لیکن جب شادی ہو گئی تو وہ سوچنے لگا۔ ہر انسان کے دل میں محبت کی ایک قدرتی اور دائمی کاریز موجزن ہے اور وہ اس سے دنیا کی ہر چیز اور اپنی ہر مقبوضہ شے کو سیراب کرتا رہتا ہے۔ اسے اپنے مکان سے محبت ہے، اپنے بیلوں سے محبت ہے، اپنے سے محبت ہے، سبز خوشوں سے محبت ہے، لیکن اس محبت کی انتہا اس وقت ہوتی ہے جب ایک عورت اس کی زندگی میں داخل ہوتی ہے اور وہ اسے چاہتا ہے لہٰذا جب اس کی محبت کا بیشتر حصہ اس کی بیوی پر خرچ ہونے لگا تو وہ بادل ناخواستہ اس بات پر تیار ہو گیا کہ بونے کاٹنے کے لیے ایک نوکر رکھ لے۔ یہ نوکر بھی اسے اس کی منشا کے مطابق مل گیا۔ وہ ہر وقت کھیتوں سے فالتو گھاس، کائی وغیرہ صاف کرتا، وقت پر پانی دیتا، بیلوں کو چارہ ڈالتا اور فصلوں کی خاطر تواضع میں لگا رہتا تھا۔ بس تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد وہ حقے کے چار کش لگاتا تھا، یہی اس کی عیاشی تھی اور پھر جن کی طرح کام کرتا تھا۔ خدا کے فضل سے ان دنوں بارش خوب ہوئی اور بہادر خان کے بنجر کھیت بھی پانی سے بھر گئے۔ نوکر نے ان کھیتوں میں بھی گندم بو دی جو چند ماہ بعد پک کر تیار ہو گئی۔ بہادر خان نے جب پوری گندم کو کٹوایا اور خاردار جھاڑیوں کے پاس جوہان (کھلیان) لگوا دیا تو گاؤں کے سب لوگ، راہ گیر اور ارد گرد کے زمیندار دیکھنے آتے اور اسے کہتے: "بہادر خان! تو بہت اونچے ستارے والا ہے، تیری بیوی سونے پر سہاگا ہے اور تیرا نوکر بھی اچھے شگون والا ہے۔"

وہ خود اس وسیع انبار کو آنکھ بھر کر دیکھتا تو سر سے پیر تک ایک خاموش قہقہہ بن جاتا لیکن کچھ خوف، کچھ نامعلوم ڈر، کچھ بے نام سے شکوک اس کے دل و دماغ میں رینگتے! وہ سوچتا جب غریب آدمی باسی ٹکڑوں کو ترستا ہے تو وہ کسی کے لیے خطرہ نہیں ہوتا لیکن جونہی اسے دو وقت کی روٹی میسر آنے لگتی ہے وہ خطرہ بن جاتا ہے اور جب اس کا گھر بھر جائے تو پھر زمین اور آسمان کی ساری طاقتیں اس کے درپے ہو جاتی ہیں اور وہ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کہتا:

"خدایا! یہ سب تیری دین ہے۔"

چناں چہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ خود بھی نوکر کے ہمراہ جوہان کے پاس ٹھہرا کرے گا۔ مبادا نوکر کی نیت خراب ہو جائے یا قزاق ہی اسے لوٹ لیں۔ بیوی نے اس سے اتفاق کیا۔ بہادر خان اور نوکر وہیں رہنے لگے، بیوی ہر صبح اور شام ان کا کھانا وہاں دے آتی۔ اسی طرح کئی روز گزر گئے حتیٰ کہ ایک شام جب اس کی بیوی آندھی چلنے کی وجہ سے کھانا وقت سے پہلے دے کر جا چکی تھی اس کا ایک دور کا سیال وہیں کھیت میں اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس کے چچازاد بھائی لشکران کی شادی تھی جس پر وہ بلاوا لے کر آیا ہے۔ بہادر خان نے سوچا کہ ایسے مواقع بار بار تھوڑا ہی آتے ہیں، چناں چہ اس نے اس بلاوے پر جانا منظور کر لیا۔ اس کی جیب میں سو روپیا تھا جو شادی کے لیے کافی تھا، اس نے نوکر کو سمجھا دیا کہ وہ انبار کی حفاظت کرتا رہے اور اس کے جانے کی بابت کسی سے ذکر نہ کرے مبادا چور اچکے اسے تنہا سمجھ کر، اس پر پل نہ پڑیں اور گھر سے جو روٹی آئے وہ کھا لیا کرے۔ اس کے بعد بہادر خان اپنے سیال کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ نوکر ایک زبردست چلم کش تھا اور خصوصاً فرصت کے اوقات میں تو وہ اپنے حقے سے ایک لمحہ بھی جدا نہ ہوتا تھا، اس نے ادھر ادھر سے خس و خاشاک جمع کر کے آگ جلائی مگر وہ کافی فاصلے پر جھاڑیوں کے وسط میں بیٹھا تھا، تاہم ایک غضب ناک بگولے نے اس آگ کے کچھ انگارے اٹھا کر جوہان میں پھینک دیے۔ جوہان کو آنا فانا آگ لگ گئی تو نوکر گندم کو بچانے کے لیے دوڑا لیکن وہ خود بھی اس کی بل کھاتی ہوئی لپٹوں کی نذر ہو گیا۔ اگلی صبح بہادر خان کی بیوی روٹی لے کر جو آئی تو اس نے دیکھا کہ بہادر خان جوہان سمیت جل گیا تھا۔ وہ روتی پیٹتی واپس آ گئی اور اپنے سیالوں کو بتایا۔ وہ جلے ہوئے نوکر کو بہادر خان سمجھ کر کھاٹ پر اٹھا کر لے گئے اور ایک قبرستان میں دفن کر آئے۔

کچھ دن بعد بہادر خان اپنی سیال داریوں سے خلاصی پا کر اپنے گھر کو واپس ہوا۔ وہ نیم شب کے قریب پہنچا اور یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اس کی بیوی ماتم کر رہی ہے اور رو رہی ہے۔ بیوی نے اسے دیکھ لیا اور سمجھی کہ اس کا شوہر مُردوں سے زندہ ہو کر واپس آیا ہے تاکہ اسے بھی اپنے ساتھ لے جائے۔ پس اس نے ایک چیخ ماری۔ اور سارے تومان (قبیلہ) کو بتانے کے لیے باہر بھاگی۔ ہر شخص پہاڑوں میں چھپ گیا۔ ان کو اپنی زندگی کا کھٹکا پڑ گیا۔ بہت سوں نے اپنے کندھوں پر اپنی اپنی بندوق رکھ لی۔ کچھ نے بغلوں میں تلواریں لٹکالیں اور سینوں پہ ڈھال جما لیے اور بہت سوں نے ڈنڈے سنبھال لیے اور جوانو! پکڑلو! جانے نہ پائے، کہ کر بے چارے بہادر خان کا تعاقب کرنے لگے۔ بہادر خان چار و ناچار بھوکا اور پیاسا ایک قبرستان میں شب بسری کے لیے چھپ گیا اور تارے گن گن کر انتظار کرنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر لوگوں نے اسے کون سمجھا۔ شاید اس لیے کہ وہ رات کے وقت اپنے گاؤں آیا تھا۔ یقین تھا کہ اس کے لوگ صبح کو اسے پہچان لیں گے۔ اسی امید پر اس نے رات مُردوں کے قریب گزار دی۔ صبح صبح وہ زور کی بھوک کے مارے اپنے محلے میں پھر داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ مسجد میں مُلّا اذان کہنے کے لیے اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھائے ہوئے تھا۔ بہادر خان نے کہا: ''اے ملا! میں بھوکا ہوں۔'' ملانے اپنا منھ اس کی طرف موڑا اور بہادر خان کو دیکھ کر اتنا خوف زدہ ہو گیا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور زمین پر لوٹ لوٹ کر مر گیا۔ لوگ بھی دیکھ کر اپنے اپنے گھروں میں چھپ گئے۔ بہادر خان کو بہ ایں سبب پھر قبرستان میں لوٹنا پڑا۔ تھوڑے عرصے بعد لوگ ملا کو قبرستان لائے اور اسے دفن کر دیا۔ ان کے پاس آپس میں تقسیم کرنے کے لیے کھجوریں تھیں۔ ملا کے باپ نے پوچھا کہ انھیں کتنے آدمیوں میں تقسیم کرنا ہے؟ کسی نے جواب دیا: سو آدمیوں میں، عین اس وقت بہادر خان نے بھوک سے بے تاب ہو کر ایک قبر کے عقب سے نعرہ لگایا۔ سو آدمیوں کو دے دو لیکن پہلے میرا حصہ دو بہادر خان کی آواز سن کر لوگوں نے کھجوریں اور کھاٹ تو وہیں چھوڑے۔ بلکہ بہت سوں کی جوتیاں بھی وہیں رہ گئیں اور وہ سر توڑ بھاگے۔ کچھ چیختے چلاتے پہاڑوں میں چھپ گئے اور کچھ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے جاتے تھے اور پیچھے دیکھتے جاتے تھے۔ بہادر خان کے خوف کی وجہ سے وہ گھروں میں پہنچ گئے اور توبہ کی کہ وہ اپنے گھروں سے باہر نہیں نکلیں گے۔ بہادر خان نے سب لوگوں کو بھاگتے دیکھ کر مونچھوں کو تاؤ دیا اور کھجوریں کھانے لگا۔ اس نے دل میں کہا: ''میرے خدا! میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ میرے گاؤں کے لوگ مجھے مُردہ سمجھتے ہیں اور مجھ سے روپوشی اختیار کرتے ہیں۔ میری بیوی میرے سائے سے بھی گریز کرتی ہے۔''

آدھی رات کے قریب جبکہ بہادر خان ایک قبر کے عقب میں بیٹھا قسمت کو کوستے اونگھ رہا تھا۔ ایک سیاہ پوش خوفناک انسان قبرستان میں داخل ہوا اور سیدھا ملا کی قبر پر آکر کھڑا ہو گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس نے کچھ پڑھا۔ قبر شق ہو گئی اور ملا کی لاش گھٹنوں تک باہر آگئی۔ بہادر خان سمجھ گیا۔ یہ کوئی جاذوگر ہے جو تازہ لاشوں پر اپنے جادو کے تجربے کرتا ہے۔ چناں چہ اس نے سوچا کہ وہ جادوگر کو پکڑ کر اس سے جادو سیکھ لے اس خیال سے وہ مکڑے مکڑے (چپکے چپکے) جادوگر کے پیچھے آیا اور پھر یک بارگی لپک کر اس نے اسے قابو کر لیا۔ جاذوگر چلایا: مجھے چھوڑ دو۔ بہادر خان نے کہا: مجھے اپنا عجیب و غریب سحر سکھاؤ تو چھوڑوں گا۔ جادوگر نے کہا: مجھے چھوڑ دو تو میں سکھادوں گا۔ آخر بہادر خان نے لیت و لعل کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ جادوگر نے فوراً کوئی منتر پھونکا، بہادر خان جدھر بھی جائے ملا بھی اس کے پیچھے ادھر ہی جائے۔ جادوگر تو اس کے بعد غائب ہو گیا لیکن ملا سائے کی طرح بہادر خان کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔ وہ جدھر جاتا ملا بھی اس کے پیچھے پیچھے جاتا۔ بہادر خان نے سوچا کہ میں نے اپنے اوپر ایک اور قہر طاری کر لیا۔ میں جدھر جاتا ہوں، مُلّا بھی ادھر جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں اور ڈر رہے ہیں کہ میں نے مُردہ ملا کو زندہ کر دیا ہے۔

ایک دفعہ بہادر خان بھوکا تھا۔ اس نے سوچا کہ میں فلاں فلاں پالیز (باغ) میں چلتا ہوں جو قریب ہے۔ وہاں سے کچھ خربوزے اور تربوز چرا کر کھاتا ہوں۔ چناں چہ وہ روانہ ہوا لیکن اس نے دیکھا کہ مُلّا بھی آرہا ہے۔ اس نے کہا: ''او مُلّا! خدا سے ڈرو اور میرا پیچھا چھوڑ دو۔ لوگ تو مجھ سے پہلے ہی

بھاگتے ہیں تمھیں دیکھ کر اور بھی خوف زدہ ہو جائیں گے۔" مُلا یہ سن کر تھوڑا سا ٹھٹکا لیکن جو نہی بہادر خان چلنے لگا۔ ملا بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ بہادر خان نے ملا کی خوب مرمت کی لیکن اس کے باوجود ملا بہادر خان کے پیچھے لگا رہا۔ بہادر خان نے دوسری دفعہ تیسری دفعہ اسے خوب زدو کوب کیا لیکن کوئی اثر نہ ہوا، پھر غصے سے بے تاب ہو کر اس نے ملا کو گھسیٹنا شروع کیا اور قبرستان میں واپس لا کر اسے کھاٹ سے باندھ دیا۔ جس پر ملا کی لاش آئی تھی اور کہنے لگا: "اب ہلو تو میں تمھیں دیکھوں گا۔" اس کے بعد وہ روانہ ہوا۔

مُلا نے جب دیکھا کہ بہادر خان جا رہا ہے تو اس نے زور لگایا اور ایک جھٹکے سے کھاٹ سمیت کھٹ کھٹ کھٹ کرتا ہوا بہادر خان کے پیچھے چلا۔ بہادر خان نے دیکھا کہ ملا بہت تیزی سے اس کے تعاقب میں آ رہا ہے تو اس نے بہت پیچ و تاب کھایا اور اسے خوب مارا لیکن سخت جاں ملا پر مار کٹائی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بہادر خان ناچار ہو کر کھیت میں گیا۔ جہاں پانی دینے کے لیے ایک بڑا آبی چرخہ نصب تھا۔ وہاں ملا کو کھاٹ سمیت کھڑا کر کے اس نے کہا: "یہاں ذرا ٹھہرو میں کچھ خربوزے اور تربوز چرا لاؤں۔ ملا تم حرکت نہ کرنا، میں تمھیں بھی دوں گا اور کچھ میں بھی کھاؤں گا۔" لیکن وہ پیچھے آ گیا۔ بہادر خان نے جوش میں آ کر اسے پھر مارنا شروع کیا لیکن مُلا ڈھٹائی سے کھڑا رہا۔ آخر بہادر خان نے کھاٹ سمیت ملا کو چرخے سے مضبوط طریقے سے باندھ دیا اور خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا تیزی سے پالیز میں داخل ہو گیا۔ ملا نے بہادر خان کو جاتے دیکھ کر زور مارا اور ایک زبردست جھٹکا دے کر چرخہ اور کھاٹ سمیت گڑ کک گڑ کک کرتا ہوا اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ بہادر خان نے دیکھا تو اس سے کہا: "تیرا خانہ خراب میرا پیچھا چھوڑ دے۔ خدا سے ڈر۔" یہ کہ کر اس نے ملا کو خوب مارا اور آگے چلا۔ ملا بھی پیچھے پیچھے چلا۔ بہادر خان نے کہا: "بدبخت! میں بھوکا ہوں۔ مجھے ذرا تنہا چھوڑ دے۔ میں کچھ خربوزے اور تربوز چرا لاؤں اور ہم دونوں کھائیں گے۔ یہیں کھڑا رہ۔" لیکن ملا کو کہاں سکون تھا۔ وہ آسیب کی طرح اس کے پیچھے رہا۔ بہادر خان نے پھر اسے مارا اور پھر جھاڑیوں میں چھپتا ہوا پالیز میں پہنچا۔ ملا بھی گڑ کک گڑ کک کرتا ہوا پیچھے آیا۔ بہادر خان نے جلدی جلدی کچھ خربوزے توڑے۔ پالیز دان (مالی) نے دیکھا کہ بہادر خان اور ملا گڑ کک گڑ کک کرتے ہوئے خربوزے توڑ رہے ہیں تو وہ چیختا ہوا بھاگا اور لوگوں کو بتانے لگا کہ بہادر خان اور ملا ہر طرف دندناتے پھر رہے ہیں۔ شہریوں اور غریبوں کا مال زور سے قبضہ کر رہے ہیں۔ لوگ اور بھی خوف زدہ ہو گئے۔

ایک دن بہادر خان نے دور سے دیکھا کہ ایک آدمی بیل پر بیٹھا ہوا روٹی کھاتا آ رہا ہے۔ چناں چہ وہ اس کی طرف گام زن ہوا۔ اس سے کہا: "بندۂ خدا! مجھے روٹی دو۔ میں بھوکا ہوں۔" بیل سوار نے بہادر خان اور مُلا کو دیکھا تو وہ دہشت زدہ ہو کر بیل سے گرا اور تڑپ کر مر گیا۔ بہادر خان نے روٹی لے لی اور دونوں اسے کھاتے ہوئے واپس قبرستان آ گئے۔ کچھ دن بعد گاؤں کے رئیس کی پوشاک غلیظ ہوئی تو اس نے اپنے دھوبی سے کہا: "میرے کپڑے ندی پر لے جاؤ اور صاف کر لاؤ۔" دھوبی نے کہا: "حضور بہادر خان مع مُلا زندہ ہو گیا ہے اور دونوں اِدھر اُدھر دندناتے پھرتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے بھی پکڑ کر مار نہ دیں۔ اس لیے میں نہیں جاؤں گا۔" رئیس نے کہا کہ حفاظت کے لیے تین سوار بھیج دیتا ہوں اس پر دھوبی رضامند ہو گیا۔ اس نے کپڑے لیے اور سواروں کی معیت میں اپنے گدھے پر بیٹھ کر ندی پر آیا۔ سواروں نے اپنے گھوڑے رسیوں سے مضبوط باندھ دیے اور دھوبی کی پہرے داری کرتے رہے۔ دریں اثنا بہادر خان کو پیاس لگی اور وہ ندی کی طرف چلا۔ اس کے پیچھے پیچھے مُلا بھی گڑ کک گڑ کک کرنے لگا۔ بہادر خان نے کہا: "اے مُلا! کیوں ظلم کرتے ہو؟ خدا سے ڈرو اور یہیں ٹھہرو تاکہ میں پانی پی آؤں۔ میں ابھی تمھارے پاس لوٹ آؤں گا۔" لیکن کم بخت مُلا تو بے دھڑک تھا۔ اس کے قدم کہاں رکتے تھے؟ آخر کار بہادر خان نے اُسترا نکال کر مُلا کے بال صاف کر دیے، اس کے بعد وہ ندی پر آیا اور جھک کر پانی پینے لگا۔ مُلا بھی گڑ کک گڑ کک کرتا ہوا وہیں آ دھمکا۔ دھوبی کی نگاہ جو اس پر پڑی تو وہ چلایا: "سپاہیو! بہادر خان مع ملا آ گیا ہے۔" سپاہیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ بے لگام گھوڑوں پر چڑھے، دھوبی نے کپڑے وہیں چھوڑ دیے اور گدھے پر بیٹھ کر لٹھ مار مار کر اسے گاؤں کی طرف ہانکنے لگا تاکہ گاؤں والوں کو خبردار

کرے۔ سواروں نے گھوڑوں کو یکے بعد دیگرے چابک مارے۔ انھوں نے گردن کے رسّے تو کھول دیے تھے لیکن ایڑیوں کے رسّے گھبراہٹ میں بھول گئے تھے۔ اس وجہ سے گھوڑے ان رسّوں اور میخوں کی وجہ سے دوڑتے دوڑتے گر گئے۔ سپاہی انھیں مار رہے تھے اور اس بھاگم بھاگ میں میخیں اُکھڑ اُکھڑ کر ان کے چہروں پر لگ رہی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کے چہرے، سر اور کان لہولہان ہو گئے۔ اسی طرح ہوتے ہوتے ان میں سے دو مر گئے اور صرف ایک زندہ واپس آیا۔ اُس نے رئیس کو اپنی کہانی سنائی اور اپنے زخم دکھائے۔ دھوبی نے توبہ کی کہ وہ پھر کبھی باہر نہیں جائے گا۔ اپنے تئیں بہادر خان نے یہ سب کچھ دیکھا اور وہ خود سے کہنے لگا کہ میں کیا کروں؟ ندی میں ڈوب مروں یا پتھروں سے اپنا سر پھوڑوں؟ اقارب کے لیے بیگانہ ہو گیا ہوں، میرے اپنے تمن (قبیلہ) کے لوگ مجھ سے گریزاں ہیں اور یہ مُلّا کم بخت ایک آسیب کی طرح مجھ سے چمٹا ہوا ہے۔ کاش! میں اس شادی پر نہ گیا ہوتا۔ وہ اسی طرح سوچتے سوچتے قبرستان واپس آ گیا۔ اس کے لیے وقت کا ٹنا دوبھر ہو گیا۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک پہاڑ بن گیا۔ اس کے دماغ میں رینگتا ہوا ہر خیال اس کی رگوں میں کانٹے کی طرح چبھنے لگا۔ آخر اس نے کون سا گناہ کیا تھا۔ جس کی پاداش میں وہ اس مصیبت میں پھنس گیا اور مصیبت جب شروع ہوئی تو اس کی کوئی انتہا بھی نظر نہ آتی تھی۔ نہ جانے وہ اسی طرح کب تک اور کیا کیا سوچتا رہا۔ آدھی رات کے وقت جادوگر پھر قبرستان میں آیا۔ وہ اسے پکڑنے کے لیے روانہ ہوا تو مُلّا بھی اس کے پیچھے چلا۔ بہادر خان نے کہا: ''او شوم، ذرا صبر کر۔'' اور وہ جادوگر کے پیچھے پہنچا اور اسے پکڑ کر کہنے لگا: ''میں تمھیں ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم نے مُلّا کو مجھ سے علیحدہ نہ کیا۔'' جادوگر نے بہتیرا لیت و لعل سے کام لیا لیکن بہادر خان ڈٹا رہا اور کہنے لگا: ''اس دفعہ کوئی رعایت نہ ہو گی۔ مُلّا کو فوراً قبر میں واپس کر دو چناں چہ جادوگر نے دوبارہ مُلّا کو اس کی قبر میں ڈال دیا اور خود قبرستان سے چلا گیا۔

بہادر خان اپنے ان سیالوں کی طرف چلا جن کی شادی میں وہ تھا۔ اس نے ان سے سب کچھ کہا اور درخواست کی کہ میرے گاؤں والے مجھے مُردہ سمجھتے ہیں اس لیے میرے ساتھ چلو اور انھیں بتا دو کہ میں تمھاری شادی میں آیا تھا۔ چناں چہ وہ اسے لے کر بہادر خان کے گاؤں آئے۔ لوگ اسے دیکھنے کے لیے باہر نکلے۔ اس کے سیال نے خان کی بیوی اور اس کے دوسرے رشتے داروں کو بلایا اور سمجھایا کہ جسے تم مُردہ سمجھتے ہو وہ تو اس کا نوکر تھا۔ بہادر خان تو ان دنوں شادی میں گیا ہوا تھا۔ وہ انھیں یہ سمجھا کر واپس چلا گیا اور سب خوشی سے ناچ ناچ کر پکارنے لگے کہ ہم نے حاصل کر لیا، ہم آزاد ہو گئے، ہم تمھیں سلام کرتے ہیں۔

انور رومان (۱۹۲۶ء۔ ۲۰۱۳ء)

انور رومان اپنے عہد کے ممتاز ماہرِ تعلیم، مورخ، محقق، شاعر، فکشن نگار اور مترجم تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ان کی زندگی کا زیادہ تر حصہ کوئٹہ میں گزرا۔ انھوں نے پنجاب یونی ورسٹی، لاہور سے ایم۔اے تاریخ کی سند حاصل کرنے کے بعد بہ طور معلّم ملازمت کا آغاز کوئٹہ سے کیا تھا۔ ۱۹۸۵ء تک ملازمت کے دوران وہ مختلف کالجوں کے پرنسپل بھی رہے۔ انور رومان نے بہ طور چیئرمین ٹیکسٹ بک بورڈ بلوچستان بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ نظامتِ تعلیمات کے ڈائریکٹر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

تعلیم و تعلّم کے موضوع پر تصانیف کے علاوہ انور رومان نے بلوچی، براہوی اور پٹھان قبائل کے بارے میں مغربی اور مقامی مصنّفین کی بہت سی کتابوں کے تراجم اردو زبان میں کیے۔ ان کے تراجم میں بلوچستان اور سندھ کے بارے میں نوآبادیاتی دور کے گزیٹیئر بھی شامل ہیں۔ بلوچی اور براہوی ادب کو بھی انھوں نے اردو میں منتقل کیا۔

''براہوی لوک کہانیاں'' ان کی ساٹھ سے زائد تصنیفات و تالیفات میں سے ایک ہے۔

انور رومان غیر منقسم ہندوستان کے ضلع جالندھر کے ایک قصبے کنیان کلاں میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے کراچی میں وفات پائی۔

مشق

ا۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں:

الف۔ بہادر خان کس کی شادی میں شرکت کرنے گیا تھا؟

ب۔ کھلیان کے ساتھ دراصل کون جل کر مر گیا تھا؟

ج۔ جادوگر نے کیسے اپنے جادو سے زندہ کیا تھا؟

د۔ بہادر خان اور مُلّا اپنے ساتھ کیا لیے پھرتے تھے؟

ہ۔ بہادر خان کی بیوی کو آخر کار کیسے پتا چلا کہ بہادر خان زندہ ہے؟

۲۔ گزشتہ صفحات میں آپ نے افسانہ "ماں جی" پڑھا تھا۔ اب آپ نے لوک کہانی "بہادر خان کی سرگذشت" کا بھی مطالعہ کر لیا۔ افسانے اور کہانی کی بحث بھی آپ پڑھ چکے ہیں اس لیے دونوں کے ادبی اسلوب میں امتیاز کرتے ہوئے بتائیں کہ دونوں تحریروں میں کہانی کا اندازِ بیان کیسا ہے؟ مکالمے، کردار نگاری، لفظیات اور موضوع کے اظہار میں کیا فرق برتا گیا ہے؟

۳۔ ایک طالبِ علم اس کہانی کی درست تلفظ کے ساتھ بلند خوانی کرے۔ باقی طلبہ اسے سن کر حُسن و قبح کا جائزہ لیتے ہوئے اس کہانی کو جماعت کے دیگر ساتھیوں کے سامنے باری باری دہرائیں۔

۴۔ گزشتہ جماعتوں میں آپ رسمی و غیر رسمی تحریروں (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ و تجزیہ وغیرہ) کے تصور کو تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں۔ اخبار میں چھپنے والی درج ذیل خبر کی جزئیات کو سمجھتے ہوئے اس پر تنقید و تبصرہ کریں نیز پروف خوانی کرتے ہوئے اغلاط کی بھی نشان دہی کریں۔

زیتون کے باغات کی نگہداشت میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے

زیتون کے پودوں کے اردگرد سے جڑی بوٹیوں اور دیگر غیر ضروری پودوں کو ہٹانے پر توجہ مرکوز کرنے کی ہدایت

ڈپٹی کمشنر کوہاٹ عبدالاکرم چترالی نے ڈویژنل فارسٹ آفیسر کے ہمراہ بابری باندہ میں زیتون کے باغ کا معائنہ کیا

کوہاٹ (نمائندہ آج) ڈپٹی کمشنر کوہاٹ عبدالاکرم چترالی نے ڈویژنل فارسٹ آفیسر کوہاٹ اور سب ڈویژنل فارسٹ آفیسر کے ہمراہ "زیتون کے باغات کے پراجیکٹ" کے تحت بابری باندہ میں لگائے گئے زیتون کے باغ کا معائنہ کیا جو محکمہ جنگلات کی جانب سے حبیب بینک لمیٹڈ اور الائیڈ بینک لمیٹڈ کے تعاون سے کامیابی سے شروع کیا گیا ہے۔ معائنہ کے دوران ڈپٹی کمشنر نے باغات کے پورے علاقے کا بطور جائزہ لیا اور شجرکاری کے منصوبے کے نتائج پر اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے باغ میں نصب ڈرپ ارگیشن سسٹم کا بھی جائزہ لیا جو پودوں کو مکمل طور پر فعال اور موثر طریقے سے پانی کی فراہمی کیلئے نصب کیا گیا ہے۔ منصوبے کی کامیابی کیلئے مناسب دیکھ بھال پر اظہار اطمینان کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر کوہاٹ نے کئی اہم تجاویز بھی دیں۔ انہوں نے زیتون کے پودوں کے اردگرد سے جڑی بوٹیوں اور دیگر غیر ضروری پودوں کو ہٹانے کی بھی ہدایت کی تاکہ زیتون کے پودوں کی بہترین نشوونما کے لئے ضروری جگہ اور وسائل مہیا کی جاسکیں۔

تلخیص نگاری

تلخیص: تلخیص کا مطلب کسی طویل عبارت کو اختصار کے ساتھ اس طرح لکھنا کہ اس کا کوئی اہم نکتہ چھوٹنے نہ پائے۔ تلخیص کی طوالت، عام طور پر اصل عبارت سے کم یعنی ایک تہائی ہوتی ہے۔ تلخیص میں اصل عبارت کے اسلوب کو قائم رکھنا غیر ضروری ہوتا ہے، اسے اپنے انداز سے اور الفاظ میں لکھنا چاہیے۔ اصل عبارت میں دی گئی معلومات اور واقعات کی ترتیب بھی برقرار رکھنی چاہیے۔ تلخیص کے دوران میں اصل عبارت کے اہم نکات میں ترمیم، اضافہ، کمی یا بیشی نہیں کی جاسکتی۔ تلخیص میں طویل جملوں کے بہ جائے مختصر جملے لکھے جاتے ہیں۔

۵۔ درج ذیل اقتباسات کی تلخیص کریں:

(i) یہ شہر تقریباً ڈھائی ہزار برس قبل مسیح سے لے کر سکندرِ اعظم کے زمانے تک پوری ہم عصر اور بعد کی دنیا کے لیے ایک مرقعِ حیرت بنا رہا۔ جہاں ایک رسم الخط اور طرزِ تحریر پیدا ہوا، جہاں دنیا کی پہلی انسائیکلو پیڈیا ترتیب دی گئی، جہاں چھتوں پر باغ تھے، ہینگنگ گارڈن، جہاں سڑکیں ایک

دوسرے کو سیدھی اس طرح کاٹتی تھیں جیسے نیویارک کی سڑکیں ایک دوسرے کو قطع کرتی ہوئی چلتی ہیں۔ اس وقت یورپ اور امریکا میں بسنے والی قومیں شاید کھالیں پہن کر ستر پوشی کرتی ہوں گی، جب بابل کے صنعت کار ریشم و سنجاب کے ملبوسات تیار کر کے ہندوستان اور مصر بھیجتے تھے۔

تو یہ ہے بابل!!!! سُرخ پختہ اینٹوں اور نیلی اور زرد چمک دار اینٹوں کا ویرانہ، بے شمار دیوی دیوتاؤں کا معبد، حمورابی اور بخت نصر اور سکندر اور سائرس کا بابل۔ ہاں یہ بابل ہے جو کسی مورخ یا مبصر یا اہل دل کے الفاظ میں پہلے شہر عظیم تھا اور اب صحرائے عظیم ہو کر رہ گیا ہے۔

اے آنکھوں والو دیکھو اور عبرت پکڑو!

(ii) چھوٹی دلھن کو مجھ سے سخت نفرت ہے، ٹھیک ہے، میں نے تم لوگوں کے لیے کچھ بھی نہ کیا، مگر اب وقت آیا تھا کہ اس گھر میں پہلی سی شادمانی لوٹ آتی، مجھے بڑی اچھی ملازمت دی جا رہی ہے، پھر دکانوں کو چلانے کے لیے دس پندرہ ہزار کی امداد بھی ملنے کی توقع ہے، میں چھوٹی دلھن کی سب شکایتیں رفع کر دوں گا"۔۔۔انھوں نے عالیہ کو پیار سے تھپکا۔۔۔"کیا گھر میں تیل ختم ہو گیا ہے؟ لالٹین کی روشنی مدھم ہوتی جا رہی ہے، اب ان شاءاللہ تھوڑے دنوں میں کنکشن بحال کرا لوں گا اور اب تم ایم۔اے میں داخلہ کیوں نہ لے لو۔ میرا خیال ہے کہ تم کو اگلے سال ضرور داخل کرا دوں۔"

عالیہ کا کلیجا کٹ رہا تھا۔ آنسو پونچھ کر وہ خاموش بیٹھی رہی۔ جی ہی جی میں گھٹ رہی تھی مگر ایک لفظ بھی نہ بول سکی۔ خدا! آپ کو سکھ دے بڑے چچا، خدا آپ کے سارے سہانے خواب پورے کرے۔۔۔ وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہی تھی۔ وہ بڑے چچا سے کس طرح کہتی کہ وہ تو یہاں سے خود بھاگ جانا چاہتی ہے۔

۶۔ درج ذیل سابقوں اور لاحقوں سے دو دو الفاظ بنا کر ان کے جملے لکھیں:

بے نا، ان، با، خوش، ہم مند، خانہ، شعار، گاہ، ناک

۷۔ درج ذیل جملوں میں ذو معانی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ آپ انھیں تحریر و تقریر میں استعمال کریں:

ہار: سونے کا ہار خریدنا اتنا بھی آسان نہیں۔
زندگی ایک جنگ ہے اس میں ہار ماننا بزدلوں کا کام ہے۔

لگن: سب بچا کھچا کھانا ایک بڑے لگن میں ڈال دو۔
سچی لگن ہی انسان کو کامیابی دلاتی ہے۔

مار: مارِ آستین زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔
ہمارے شیروں نے دشمن کو ایسی مار ماری کی سدا یاد کرے گا۔

مغرب: مغرب کی اندھا دھند تقلید مناسب نہیں۔
سب نے باجماعت نمازِ مغرب ادا کی۔
سورج مغرب میں غروب ہو گیا۔

سرگرمی

شفیع عقیل کی "جاپانی لوک کہانیاں" کالج لائبریری سے جاری کرائیں اور مطالعہ کریں تاکہ عالمی سماجی، معاشرتی اور معاشی رابطے کے لیے جاپانی ثقافت سے آگاہ ہو کر معلومات حاصل کر سکیں۔